مولانا مودودی کی سیاسی شخصیت

حمید نظامی کی نظر میں

یکے از مطبوعات

انجمن فروغ ادب اردو پاکستان

فرمودات نظامی

"ہم مولانا مودودی کو مذہبی سے زیادہ ایک سیاسی شخصیت سمجھتے ہیں اور ہماری رائے میں اُن کے مقاصد دینی نہیں سیاسی ہیں۔ وہ مذہب کا نام اپنی سیاست میں کامیابی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔"

(اخبار نوائے وقت لاہور و لائلپور ۱۳ر جون ۱۹۵۵ء صفحہ ۳)

حرفِ آغاز

اخبار "نوائے وقت" کے بانی اور مدیر شہیر مسٹر حمید نظامی تحریک پاکستان کے ہیرو، محاذ جمہوریت کے نڈر اور بے باک قائد اور ملک و ملت کے مخلص بہی خواہ تھے۔ مرحوم کسی فرد، جماعت اور طبقہ کے نمائندے نہیں پوری قوم کے ترجمان اور تصورِ پاکستان اور اس کی عزت و آبرو کے بہادر محافظ تھے۔ وہ قوم کی ہر مشکل اور ہر تکلیف پر نگاہ رکھتے اور اس کا علاج سوچتے رہتے تھے۔ ان کی مثال اس آنکھ کی تھی جو جسم کے ہر عضو کی تکلیف پر بھیگ جاتی ہے۔ ملت پاکستان اگر ایک جسم تھی تو حمید نظامی اس کی آنکھ تھے اور بقول اقبال ع

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ

حمید نظامی کی آنکھ نے مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اور ان کی تحریک کو کیا دیکھا کیا پایا؟

اس اہم بحث کی تفصیل "نوائے وقت" کے ان چار معرکۃ الآرا اداریوں سے بآسانی مل سکتی ہے جو مرحوم کے قلم سے ۱۹۵۵ء کے وسط میں شائع ہوئے

اور جو ملک و قوم کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ ثابت ہوں گے ۔ یہ بلند پایہ ادارئے پوری قوم کا بہترین علمی و ادبی سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ حمید نظامی کی فکری کاوشوں اور سیاسی بصیرت کی ناقابل فراموش یادگار ہیں۔ اور اسی لئے عین اس موقعہ پر جبکہ تحریک پاکستان کے اس اوّلین صحافی اور ملک و ملت کے بے باک اور حق گو مجاہد کی ملک بھر میں چھٹی برسی[1] منائی جارہی ہے ہم ان کو ایک مختصر کتابچہ کی صورت میں شائع کرنیکا شرف حاصل کرتے ہیں ۔

(ناشر)
احمد حسن بٹ
نواب بازار کلاتھ مارکیٹ
لاہور ۔

پرنٹرز
فضلی پرنٹنگ سروس
۱۹۔ ریلوے روڈ لاہور ۔

---

[1] ۔ مرحوم کا انتقال ۲۵ فروری ۱۹۶۲ء کو ہوا ٭

پہلا اداریہ

(جناب مودودی صاحب نے ۱۹۵۳ء کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک بیان دیا تھا کہ :-

" اس کارروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہوگئیں ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کیلئے جوئے کے داؤ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرارداد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھکر سازباز کی ہے اور ایک دوسرا ریزولیوشن بطور خود لکھ لائے ہیں۔ مَیں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیّت اور طریقوں سے کیا جائے اسمیں کبھی خیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے .... الخ "۔

(روزنامہ تسنیم لاہور ۲ر جولائی ۱۹۵۵ء)

امیر جماعت اسلامی کے اس بیان پر جناب حمید نظامی نے حسب ذیل اداریہ لکھا تھا):-

"نقاب اُٹھ جانے کے بعد"

"مولانا مودودی صاحب سے بھی بجا طور پر دو سوال کئے جا سکتے ہیں۔

ا - کیا یہ راز آپ پر آج فاش ہوتے ہیں؟ - اگر آپ پر یہ خود غرضی شروع سے ہی روشن تھی جو جب "مسلمانوں کے سروں کو" آپ کے قول کے مطابق "شطرنج کے مُہروں کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا اسوقت آپ نے قوم کو کیوں خبردار نہ کیا کہ اسے دھوکا کیا جا رہا ہے؟ ۵ مارچ کو گورنمنٹ ہاؤس کے اُس جلسہ میں جو امن کی اپیل کیلئے بلایا گیا تھا - آپ کا رویہ آپ کے اس بیان کے بالکل برعکس تھا اور مسلمانوں کے سروں کو بچانے کیلئے امن کی اپیل پر دستخط کرنے سے آپنے صاف انکار کر دیا تھا۔ امن کیلئے اس اجلاس کی ناکامی کی ذمہ داری اگر کسی فردِ واحد پر عاید کی جا سکتی ہے تو وہ آپ ہیں - آخر اُسوقت گورنر پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب اور لاہور کے ذمہ دار اکابر و عمائد کے جلسہ میں آپ نے اس راز کو کیوں فاش نہ کیا کہ سوال تحفظِ ختم نبوت کا نہیں بلکہ نام اور شہرت کا ہے اور خود غرض لوگ اپنی ذاتی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھیل رہے ہیں اور مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مُہروں کے طور پر استعمال کر رہے ہیں؟ آج $\frac{27}{28}$ ماہ بعد اس انکشاف سے تو ایک عام آدمی اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ آپ کے سامنے بھی سوال تحفظِ ختم نبوت کا نہیں "نام اور شہرت" کا تھا اور آپ اپنی اغراض کیلئے خدا اور رسول کے نام سے کھیل رہے تھے اور آپ نے بھی مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں پر لگا دیا۔

ب - دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ جو پوری ملتِ اسلامیہ کی انقلابی قیادت کے

دعویدار اور امارت کے مدعی ہیں ۔ کیا آپ ایسے ہی ڈھلمل یقین آدمی ہیں کہ خود اپنے قول کے مطابق آپ یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ "...... میں نے فوراً یہ رائے قائم کی کہ مجھے اُٹھ کر ابھی کنونیشن سے علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیئے ۔ چنانچہ میں نے ...." لیکن چند ہی منٹ بعد خود آپکے اپنے بیان کے مطابق "اس کے بعد دوسرا خیال میرے ذہن میں آیا۔ ....." اور آپ نے اپنی رائے بدل دی اور آپ کنونیشن سے چمٹے رہے اور اب پورے سوا دو سال بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آپ کو مسلمانوں کو اس خطرہ سے خبردار کر دینا چاہیئے ۔ خود ہی فرمائیے کہ ایسے ڈھلمل یقین اور مذبذب کیریکٹر کے لیڈر کے متعلق اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ وہ آئندہ کسی ایسے ہی کرائسس کے وقت قوم کی کشتی کو عین منجدھار میں نہ جا ڈبوئے گا ۔"

(اخبار "نوائے وقت" لاہور ڈائی پور

۶ر جولائی ۱۹۵۵ء صہ ۳-۴)

دوسرا اداریہ

"متکبر صالح"

جماعت اسلامی اور جمعیت العلمائے پاکستان، مجلس احرار، جمعیت اہل حدیث اور مجلس تحفظِ ختم نبوت (بالخصوص مولانا احمد علی صاحب۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب اور مولانا مرتضیٰ احمد میکش صاحب) کے مابین جو جھگڑا جاری ہے بہت سے اخبارات نے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور فریقین سے یہ اپیل کی کہ اس ناگوار جھگڑے کو ختم کریں۔ یہ اپیل غیر مؤثر ثابت ہوئی اور اب نوبت مقدمہ بازی تک جا پہنچی ہے۔

"صالحین" کے ترجمان اخبارات نے اس سلسلہ میں عجیب و غریب کردار کا مظاہرہ کیا ہے اور نہ صرف مولانا احمد علی وغیرہ بزرگوں کو "کفن چور" اور "چور" کے خطابات سے سرفراز کیا۔ مصالحت کی اپیل کرنے والے عناصر کے متعلق بھی یہ لکھا کہ وہ چوروں کے بھائی بند ہیں۔ یہ اندازِ گفتگو اسلامی چھوڑ، عام شریف آدمیوں کا اندازِ گفتگو بھی نہیں۔ مگر صالحین کا تکبر اور غرور انہیں اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ وہ اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے متعلق بھی اس حسن ظن سے کام لے سکیں کہ وہ بھی کسی معاملہ میں ایماندارانہ رائے رکھ سکتا ہے۔ آج

جماعتِ اسلامی کے اخبار نے مجلس احرار پر طعن و تشنیع اور دشنام و بہتان کے گولے برسائے ہوئے ہیں اور "نوائے وقت" پر مفت میں ہی گالیوں کی بوچھاڑ کردی ہے۔ وجہ شکایت یہ بیان کی گئی ہے کہ آج سے کئی سال پہلے "نوائے وقت" نے مولانا مودودی کے اس بیان پر لیکیوں لے دے کی تھی جس میں آپ نے جہادِ کشمیر میں شرکت کو حرام قرار دیا تھا۔ صالح معاصر انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ اس جہاد کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا!

معاصر یہ سوال نہ ہی اٹھاتا تو اچھا تھا۔ مولانا مودودی کے اس بیان پر لے دے صرف "نوائے وقت" نے ہی نہیں کی تھی پاکستان کے تمام اخبارات نے کی تھی۔ معاصر اب اس کا جواب دے کہ کیا مولانا مودودی نے نے جہادِ کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی تھی یا نہیں؟ جب ہزاروں مسلمان اپنی جانیں اس جہاد میں قربان کر رہے تھے کیا مولانا مودودی نے یہ فتویٰ دیا تھا یا نہیں کہ اس جہاد میں شرکت حرام ہے؟ اور کیا اس فتویٰ کا قطعی نتیجہ یہ نہیں تھا کہ اس جہاد میں شہید ہونے والے مسلمان حرام موت مرے ہیں۔

ہم آج پھر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ مولانا مودودی نے جہادِ کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور اگر یہ جہاد ناکام رہا تو اس ناکامی میں مولانا مودودی کا بھی حصہ ہے۔ ہم یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ مولانا کا یہ فعل اضطراری

نہیں تھا بلکہ اُن کی پاکستان دشمنی پر مبنی تھا۔ مولانا کو پاکستان سے کد یہ تھی کہ اس ملک کے بانی ہونے کا سہرہ قائد اعظم کے سر کیوں ہے؟ میرے سر کیوں نہیں؟ حالانکہ یہ سہرہ اُن کے سر نہیں باندھا جا سکتا تھا کیونکہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی نے نہ صرف تحریکِ پاکستان میں کوئی کام نہیں کیا تھا بلکہ اس کی مخالفت کی تھی اور جماعت اسلامی کے ممبروں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ پاکستان کی بنیاد پر ہونے والے عام انتخابات میں غیر جانبدار رہیں یعنی پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دیں۔ اس انتخاب میں پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا تھا۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ قائد اعظم اور تحریک پاکستان کے خلاف مولانا مودودی کا بُغض آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ ہم الزام لگاتے ہیں کہ مولانا کی تحریک ہرگز ایک اسلامی اور دینی تحریک نہیں۔ وہ حسن بن صباح کی طرح سیاسی ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں اور اُنکا مقصد دین کی سربلندی کی بجائے سیاسی اقتدار کا حصول ہے۔ ہم مولانا مودودی کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مولانا احمد علی اور مولانا میکش کی طرح ہمارے خلاف بھی ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلائیں اور عدالت میں ان الزامات کی صفائی پیش کریں۔"

(نوائے وقت لاہور و لائل پور
۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء صہ ۳)

۳۔ تیسرا اداریہ

"کمیونسٹوں یا آزاد پاکستان پارٹی اور جماعتِ اسلامی میں کیا قدر مشترک ہے؟ ایک گروہ خدا کے وجود تک کا منکر ہے اور مذہب کو افیون سمجھتا ہے۔ دوسرے فریق کا نصب العین یہ ہے کہ ملک میں ایک ایسی حکومت قائم کی جائے جس کی بنیاد ہی مذہب پر ہو۔ یعنی اصولاً دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ مگر کافی عرصہ سے ان دونوں میں گٹھ جوڑ ہے یہاں تک کہ امیر جماعت اسلامی کے اعزاز میں جماعت اسلامی کے مرکز میں اس کے مرکزی دفتر کی طرف سے دعوتِ افطار دی جائے تو مہمانوں میں اکثریت کمیونسٹ کارکنان کی ہوتی ہے جو سرے سے نماز روزہ ہی کے قائل نہیں۔"

(نوائے وقت لاہور، لائل پور، ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۳)

چوتھا اداریہ

"یہ مخالفت نہیں تو کیا ہے؟

معاصر "نوائے پاکستان" نے اپنے ایک اداریتی مقالہ میں یہ لکھا تھا۔ کہ مولوی مودودی صاحب نے اب ایک یونٹ کے منصوبہ کی بھی مخالفت شروع کر دی ہے۔ اس پر مولوی صاحب کی طرف سے ایک بیان جاری کیا گیا جو حرف بحرف درج ذیل ہے:۔

"بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ میں نے حیدرآباد میں وحدت مغربی پاکستان کی مخالفت کی ہے۔ مجھے افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس خبر میں میرے خیالات کی غلط ترجمانی کی گئی ہے۔ میں نے آج تک اسکے خلاف نہ کوئی اظہار رائے کیا ہے اور نہ اسکی موافقت ہی کی ہے۔ دراصل جو بات میں نے حیدرآباد میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہی تھی وہ یہ تھی کہ ایک یونٹ یا دس یونٹ کا مسئلہ کوئی حقیقی اہمیت نہیں رکھتا۔ حقیقی اہمیت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں ایک صحیح اسلامی نظام قائم کر کے مسلمانوں کے رشتۂ اخوت کو مضبوط کر دیں۔ اور ہر باشندۂ پاکستان کو یہ

اطمینان دلادیں کہ ازروئے انصاف اسکے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ بات اگر حاصل ہو گئی تو ایک یونٹ بھی مفید ہو گا اور دس یونٹ بھی رہیں تو نقصان دہ ثابت نہ ہو سکیں گے۔ ورنہ مصنوعی طور پر وحدت پیدا کرنے کی کوششوں کا اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا"۔

ہم حیران ہیں کہ اگر یہ وحدتِ مغربی پاکستان کی مخالفت نہیں تو مخالفت کسے کہتے ہیں؟ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ اوّل تو یہ مسئلہ کوئی حقیقی اہمیّت ہی نہیں رکھتا۔ مودودی صاحب کا حد سے بڑھا ہوا تکبّر (انا)، اور نفس پرستی ہی ایسی بات اُن کے مُنہ سے نکلوا سکتے ہیں۔ ورنہ معمولی عقل کا آدمی بھی یہ جانتا ہے کہ کم از کم اسوقت ملک بالخصوص مغربی پاکستان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ہی یہ ہے مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کی تو کوئی حقیقی اہمیّت ہی نہیں حقیقی اہمیت غالبًا قربانی کی کھالوں کے مسئلہ کو حاصل تھی جو اس کیلئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی فرض سمجھا گیا۔

پھر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایک یونٹ اور دس یونٹ میں کوئی فرق نہیں ایک یونٹ بن گیا تو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچے گا اور دس یونٹ بن گئے تو کوئی خاص نقصان نہیں ہو گا یعنی ایک طرف یہ کہ صحیح اسلامی نظام ......[1] دوسری طرف یہ کہ ایک یونٹ سے (کوئی اور فائدہ نہ سہی) اسلامی نظام کے نظریہ کو تقویت حاصل نہیں ہو گی اور سندھی، پٹھان، بلوچی، بہاولپوری، خیرپوری اور قبائلی دس قومیتوں کو مان کر اُنکی بنیاد پر دس یونٹ بنا دیئے جائیں تو (کوئی اور نقصان نہ سہی) اسلامی نظام کے نظریہ کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایک ہی سانس

[1] یہاں اخبار میں عبارت اڑگئی ہے (ناقل)

میں دو باتیں کوئی ایسا شخص ہی کہہ سکتا ہے جو یا تو پرلے درجے کا احمق ہو یا حسن بن صباح یا راسپوٹین کی طرح عیار۔ آخری فقرہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "ورنہ مصنوعی طور پر وحدت پیدا کرنے کی کوششوں کا کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا یعنی وحدت کو مضبوطی کے دیا اور یہ دھمکی بھی دیدی کہ اسکا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ اسپر بھی یہ ارشاد ہے کہ میں نے آجتک وحدت کے خلاف اظہار رائے نہیں کیا۔

افسوس کہ پاکستان کو آٹھ برس گزر گئے مودودی صاحب نے ابھی تک مسلمان عوام کا یہ قصور معاف نہیں کیا کہ انہوں نے مودودی صاحب کی بجائے قائد اعظم کی بات کیوں مانی؟ اور پاکستان کیوں بنایا۔ گذشتہ آٹھ سالوں میں ایک مرتبہ بھی تو پاکستان کے حق میں کوئی کلمۂ خیر انکی زبان فیض ترجمان سے نہیں نکلا۔ پاکستان بہت بُرا سہی لیکن آٹھ سالوں میں کوئی بات تو ایسی ہوئی ہوگی جو حوصلہ افزائی کی مستحق ہوتی؛ مگر مولوی مودودی صاحب جب بھی بولیں گے ایسی بات کہیں گے جس سے پاکستان کے مفاد پر کاری ضرب پڑتی ہو۔ عین اس زمانہ میں جب ہزاروں مجاہدین جہاد آزادیٔ کشمیر میں حصّہ لے رہے تھے اور سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے مودودی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ جہاد ہے ہی نہیں اور اس لڑائی میں شرکت حرام ہے۔ مگر جو شخص پاکستان کی لڑائی میں شرکت حرام سمجھتا رہا ہو اس سے یہ توقع ہی عبث تھی کہ وہ جہاد آزادیٔ کشمیر کی حمایت کریگا۔ پاکستان کے متعلق بھی مولوی صاحب کی روش اسی قسم کی تھی کہ میں اس مسئلہ کی کوئی حقیقی اہمیت ہی نہیں سمجھتا۔ پھر یہ فرمایا کہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ والے اسلام کو ایک چھوٹے سے خطے میں محدود کر دینا چاہتے ہیں۔ میں سارے ہندوستان میں اسلام کے غلبے کا خواہاں ہوں۔ پھر یہ حکم ہوا کہ پاکستان کے سوال پر ووٹنگ کے وقت غیر جانبدار

ہوجائے اور یہ حکم یہ جاننے کے باوجود دیا گیا کہ اس ووٹنگ پر ہی پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہوگا۔ اسلئے پاکستان کو ووٹ نہ دینے کا مطلب پاکستان کے خلاف ووٹ دینا ہے۔

پاکستان کی اس اشد مخالفت کے باوجود جب پاکستان قائم ہوگیا تو مولوی مودودی صاحب جو سارے ہندوستان میں اسلام کو غالب بنانے کے عزم کا اظہار فرمایا کرتے تھے بھاگ کر سب سے پہلے پاکستان چلے آئے۔ مولانا آزاد، سید حسین احمد مدنی صاحب مولوی حفیظ الرحمن صاحب نے بھی پاکستان کی مخالفت کی تھی مگر جب پاکستان قائم ہوگیا تو ان میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کو اپنا اپنا وطن مبارک ہو ہم اسکی ترقی کیلئے دعا کرتے ہیں مگر ہم ہندوستان میں ہی رہیں گے اور ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت کریں گے مگر پورے نیم براعظم میں غلبہ اسلام کے داعی مودودی صاحب کے نائب جناب نصر اللہ خاں عزیز اگست کے تیسرے ہفتہ میں ہی سول سیکرٹریٹ میں مسلم لیگی وزیروں کے دفاتر کا طواف کرتے دیکھے گئے کہ مولوی مودودی صاحب کو ہندوستان سے پاکستان پہنچانے کیلئے ٹرک عنایت ہو جائے۔ جماعت اسلامی کی ایک شاخ ہندوستان میں بھی رکھی گئی مگر سیکولر ہندوستان میں اس جماعت کا موقف اسکے امیر کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ ہم ایک غیر فرقہ دارانہ جماعت ہیں اور بلا امتیاز مذہب و ملت سب کی خدمت کرنا چاہتے ہیں یعنی سیکولر اور لادینی ہندوستان میں تو اُس ملک کے وفادار اور خدائی خدمتگار! مگر پاکستان میں جو بہر حال مسلمانوں کا ملک ہے خدائی فوجدار اور اس ملک کی بہتری کی ہر تجویز کے مخالف۔"

(نوائے وقت لاہور دلائل پور ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳)

حمید نظامی

(نتیجۂ فکر فردوسی اسلام حضرت ابو الاثر حفیظ جالندھری)

یہ فرد ملک میں ہے جس کی موت کا ماتم — گزشتہ سال رکھ آئے تھے جسکو قبر میں ہم

مجھے خدا کی قسم مجھکو مصطفیٰ کی قسم — یہ فرد زندہ ہے۔ مانند قائد اعظمؒ

عظیم روح۔ نہیں زیر قالب خاکی — قلوب پر ہے محیط اب یہ نور افلاکی

حمید مرد مجاہد۔ حمید فرد فرید — حمید۔ تیرہ شبی میں نوید صبح اُمید

حمید۔ صدق و صفا کا مبلغ توحید — حمید۔ معرکۂ کربلا کا تازہ شہید

شہید مر نہیں جاتے یہ نص قرآں ہے — حمید زندہ ہے پائندہ ہے درخشاں ہے

حفیظ دیکھ رہا ہوں یہ کیا میں آئینہ دار — ہر اک محاذ پہ موجود ہے علم بردار

جہاں بھی قلب و نظر پہ عدو کی ہے یلغار — حمید اسی کے مقابل ہے برسر پیکار

جہاں بھی نظم عوامی کو دیکھتا ہوں میں
وہیں حمید نظامی کو دیکھتا ہوں میں

(اشاعت خاص نوائے وقت ۲۴ر فروری ۱۹۶۳ء صـ۳)